ہے۔ بدعت فی الدین ناجائز۔

لہٰذا تبلیغ مروجہ کے بعض قیود کو بدعت للدین اور امر انتظامی کہہ کران کو لوگ جائز باور کرانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ وہ امر انتظامی نہیں ہیں۔ امر انتظامی کی تفصیل اور حقیقت آگے مدارس کی بحث میں آ رہی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمالیا جاوے۔ تا کہ خلط نہ رہے۔ اور مناقشہ ومباحثہ کی گنجائش نہ رہے۔

اگر تخصیص منقول ہے تو وہ مندوب ہوگی یا سنت مقصودہ ہوگی پس اگر علماً یا عملاً مندوب ومستحب کو سنت مقصودہ یا واجب کا اور سنت مقصودہ کو وجوب کا درجہ دیدیا تو عمل مشروع بدعت ہے۔

امام شاطبی الاعتصام جلد۱/ ۳۴۶ پر فرماتے ہیں:

ووجه دخول الابتداع ههنا ان كل ما واظب رسول الله صلى الله عليه وسلم من النوافل واظهره في الجماعات فهو سنة، فالعمل بالنافلةالتى ليست بسنة على طريق العمل بالسنة اخراج للنافلة عن مكانها المخصوص بها شرعاً ثم يلزم من ذلك اعتقاد العوام فيها ومن لا علم عنده انها سنة وهذا فساد عظيم لان اعتقاد

اور یہاں پر ابتداع کے داخل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہر وہ عبادت نافلہ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہو اور اس کو جماعتوں میں ظاہر فرمایا ہو وہ سنت ہے۔ پس وہ نفلی عمل جو سنت نہ ہو۔ اس کو عمل بالسنۃ کے طریقے پر کرنا درحقیقت اس نفلی عمل کو اس مرتبہ سے خارج کرنا ہے جو کہ شرعاً اس کے ساتھ مخصوص تھا۔ پھر اس سے لازم آتا ہے کہ عوام اور جہلاء اس کو سنت اعتقاد کرنے لگیں اور یہ فساد عظیم

ما ليس بسنة والعمل بها على حد العمل بالسنة نحو من تبديل الشريعة كما لو اعتقد في الفرض انه ليس بفرض او فيما ليس بفرض انه فرض ثم عمل على وفق اعتقاده فانه فاسدٌ فهب العمل في الاصل صحيحاً فاخراجه عن بابه اعتقاداً وعملا من باب افساد الاحكام الشرعية ومن هنا ظهر عذر السلف الصالح في تركهم سننا قصداً لئلا يعتقد الجاهل انها من الفرائض.

ہے۔ اس لئے کہ جو سنت نہ ہو اس کو سنت اعتقاد کرنا شریعت کو تبدیل وتغییر کر دینا ہے۔ جیسا کہ غیر فرض کو فرض اعتقاد کرلیا۔ یا فرض کو غیر فرض اعتقاد کرلیا۔ پھر اپنے اعتقاد کے موافق عمل کرلیا تو یہ فاسد ہے۔ پس عمل اگر چہ فی الاصل صحیح ہو۔ لیکن اس عمل کو اپنے باب سے اعتقاداً یا عملاً نکال دینا احکام شرعیہ کے فاسد کر دینے کے قبیل سے ہے۔ یہیں سے سلف صالحین کے قصداً سنتوں کے ترک کر دینے کا عذر ظاہر ہوگیا کہ جاہل یہ اعتقاد نہ کرنے لگیں کہ یہ عمل فرائض وواجبات میں سے ہے۔

کسی نعمت جدیدہ کی خبر سن کر سجدۂ شکر کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے پھر بھی ہمارے امام ہمام حضرت ابوحنیفہ اس کو مکروہ فرماتے ہیں: چنانچہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ اس کی وجہ بقول ''علامہ شامی'' صرف یہی ہے کہ اس میں احتمال ہے کہ عوام اس کو سنت مقصودہ نہ سمجھ جاویں۔

قال في الدر المختار سجدة الشكر مستحبة به يفتى لكنها تكره بعدالصلوٰة لان الجهلة يعتقدونها سنة وكل

درمختار میں کہا ہے کہ سجدہ شکر مستحب ہے اور مفتی بہ ہے۔ لیکن مکروہ ہے بعد صلوٰۃ کے اس لئے کہ جہلاء اس کو سنت سمجھتے ہیں۔ اور ہر مباح جو یہاں تک پہنچادے تو وہ مکروہ

مباح یوۡدی الیه فهو مکروه قال الشامی الظاهر انها التحریمة لانه یدخل فی الدین ما لیس منه.

ہے۔ شامی نے کہا ظاہر یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ مالیس منہ میں داخل ہے۔ (اور جو مالیس منہ میں داخل ہو وہ بدعت ہوتا ہے)۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

فقد تتغیر الاحکام لاختلاف الزمان فی کثیر من المسائل علی حسب المصالح.

یعنی بہت سے مسائل میں مصلحتوں کے مطابق بوجہ اختلاف زمانہ احکام متغیر ہوتے رہتے ہیں۔

ابن ماجہ میں ہے:

قال ابوعبداللّٰه فما زالت سنة حتی کان حدیثا فترک.

یعنی اہل بیت کیلئے اول روز کھانا پکانا برابر سنت رہا یہاں تک کہ جب رسم اور بات ہوگئی تو چھوڑ دیا گیا۔

☆☆☆

وفی الصحیحین عن عبداللّٰه بن مسعودؓ لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوته یری ان حقا علیه ان لا ینصرف الا عن یمینه لقد رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کثیرا ینصرف

صحیحین میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے فرمایا۔ تم میں کا کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کے لئے کوئی حصہ نہ مقرر کرے۔ وہ یہ کہ یہ سمجھے کہ صرف داہنی طرف ہی نماز کے بعد پھرنا حق ہے بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مرتبہ دیکھا کہ بائیں جانب پھرتے تھے۔ صاحب مجمع البحار

عن یساره (متفق علیہ)

قال صاحب المجمع واستنبط منه ان المندوب ینقلب مکروها اذا خیف ان یرفع عن رتبته قال الطیبی شارح المشکوٰة فی شرح هٰذا الحدیث فیه ان من اصر علی مندوب وجعل عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه لشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعة ومنکر.

نے صفحہ ۲۴۴ پر فرمایا کہ فقہا نے اس حدیث سے استنباط فرمایا ہے کہ بیشک امر مندوب مکروہ ہوجاتا ہے جب کہ اس کے رتبہ سے بڑھ جانے کا خوف ہو۔ شارح مشکوٰۃ علامہ طیبی نے اس حدیث کی شرح میں یہ بھی مستنبط کرتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص نے امر مندوب پر اصرار کیا اور اس کو مثل واجب قرار دے لیا اس طرح پر کہ رخصت پر عمل نہ کیا تو اس سے شیطان نے بہکانے کا حصہ لے لیا۔ پس کیا حال ہے اس شخص کا جو کسی بدعت یا منکر پر اصرار کرے۔

مولانا عبدالحی فرنگی محلّی اپنے رسالہ ''روح الاخوان عن محدثات آخر جمعہ فی رمضان'' میں فرماتے ہیں:

قد تقرر فی مقره ان کل مباح ادی الیٰ التزام غیر مشروع والی فساد عقائد الجهلة وجب ترکه علی الکملة فالواجب علی العلماء ان لا یلتزموا علی قرأة مثل هٰذا الخطبة لکونه

اپنی جگہ پر ثابت ہوچکا ہے کہ جو مباح ضروری سمجھ لیا جاتا ہے اور اس سے عوام کے عقائد فاسد ہونے لگتے ہیں تو اس کا ترک کردینا علماء پر واجب ہوجاتا ہے۔ پس علماء پر واجب ہے کہ اس جیسے خطبہ کی قرأت کا التزام نہ کریں کیونکہ اس سے

موديا الى اعتقاد السنية وقد وقع ذلک من العوام حيث اهتموا بمثل هٰذه الخطبة غاية الاهتمام وظنوها من السنن الماثورة حتى ان من يتركها ينسبونه الى سوء العقيدة ومن ثم منع الفقهاء عن التزام قرأة سورة الدهر وتنزيل السجدة فى صلوٰة فجر الجمعة مع كونه ثابتا فى الاخبار المشهورة وعن سجدة منفردة بعد صلوٰة الوتر وامثال ذلک مما يفضى الى ظن العوام انه من السنة وان مخالفته بدعة نظائره كثيرة فى كتب القوم شهيرة وقد بلغ التزام خطبة الوداع والاهتمام فى اعصارنا وديارنا الى حد افسد ظنون الجهلة. فعلى اهل العلم اللذين هم كالملح فى الطعام اذا فسد فسد الطعام ان يتركوا الالتزام.

لوگ اس کو سنت سمجھنے لگیں گے۔ بلکہ یہ عوام کی جانب سے واقع بھی ہوگیا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے خطبوں کا وہ بغایت اہتمام کرتے ہیں۔ اور اس کو سنت ماثورہ سمجھنے لگے ہیں۔ یہاں تک کہ جو اس کو ترک کرتا ہے اس کو سوء عقیدہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے فقہاء کرام نے جمعہ کی نماز فجر میں سورہ دہر اور تنزیل سجدہ پڑھنے کا التزام سے منع فرمایا حالانکہ اخبار مشہور میں ثابت ہے۔ ایسے ہی بعد صلوٰۃ وتر کے سجدۂ منفردہ سے منع فرمایا۔ اسی طرح اور اشیاء جو کہ عوام کے سنت گمان کرنے کی طرف مفضی ہوں اور عوام اس کی مخالفت کو بدعت سمجھتے ہوں۔ اور کتب قوم میں اس کے نظائر کثیر وشہیر ہیں۔ اور خطبۂ وداع کا التزام واہتمام اس حد تک پہنچ چکا ہے۔ ہمارے زمانہ اور دیار میں کہ جہلا کا گمان فاسد ہوگیا ہے۔ پس اہل علم پر جو کہ کھانے میں مثل نمک کے ہیں اور جب نمک فاسد ہوتا ہے تو کھانا بھی فاسد ہوجاتا ہے لازم ہے کہ التزام کو ترک کردیں۔

اور اس سے قبل ارشاد فرمایا کہ:

والانصاف ان قرأة خطبة الوداع اذا كانت مشتملة على معان صحيحة والفاظ لطيفة لم يدل دليل على منعها وليس فيها ابتداع وضلالة فى نفسها لكن الاولىٰ هو الاتباع بطريقة النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه فان الخير كله فى الاتباع به لاسيما اذا وجد التزام ما لا يلزم وظن ماليس من الشرع شرعٌ وماليس بسنة سنة.

اور انصاف یہ ہے کہ خطبہ وداع کا پڑھنا جب کہ وہ معانی صحیحہ اور الفاظ لطیفہ پر مشتمل ہو۔ تو کوئی دلیل اس کے منع پر دلالت نہیں کرتی۔ اور نہ اس میں فی نفسہا ابتداع اور ضلالت ہے۔ لیکن پھر بھی اولیٰ طریق نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور طریق صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتباع ہی ہے۔ کیونکہ جس قدر بھلائی اور خوبی ہے وہ اتباع رسول ہی میں ہے۔ خصوصاً جب کہ لوگ غیر ضروری کو ضروری اور غیر مشروع کو مشروع اور غیر مسنون کو مسنون سمجھنے لگیں۔

نماز وتر کے بارے میں صاحب الدر المختار نے فرمایا کہ "**والسنة السور الثلاث**" اس کے ذیل میں صاحب الرد المختار شامی بحوالہ بحر الرائق فرماتے ہیں:

(والسنة السور الثلاث) اى الاعلىٰ والكافرون والاخلاص لكن فى النهاية ان التعيين على الدوام يفضى الى اعتقاد بعض الناس انه واجب وهو لايجوز.

یعنی سنت تینوں سورتوں یعنی سورۂ اعلیٰ اور سورۂ کافرون اور اخلاص کا پڑھنا ہے۔ لیکن نہایہ میں ہے کہ دائمی طور پر ان متعینہ سورتوں کا پڑھنا بعض لوگوں کے اس اعتقاد تک مفضی ہوجائے گا کہ یہ واجب ہے۔ اور یہ جائز نہیں ہے۔

سنت کی ادائیگی سے بدعت اور فساد لازم آئے تو اس سنت کو ترک کردیا جائے گا۔ اور اگر واجب کی ادائیگی سے بدعت اور فساد لازم تو اس میں اشتباہ ہے۔ بعض علماء کے نزدیک واجب کو ترک نہ کیا جائے گا۔ بدعت کی اصلاح کی جائے گی اور بعض علماء کہتے ہیں۔ واجب کو بھی ترک کردیا جائے گا۔

شاطبی الاعتصام جلد۲/۳۲ میں فرماتے ہیں:

کل عمل اصله ثابت شرعاً الا ان فی اظهار العمل به والمداومة علیه ما یخاف ان یعتقد انه سنة فترکه مطلوب یخاف ان یعتقد انه سنة فترکه مطلوب.

ہر وہ عمل کہ جس کی اصل شرعاً ثابت ہو۔ مگر یہ کہ اس عمل کے اظہار اور اس پر مداومت سے یہ خوف ہو کہ اس کو لوگ سنت مقصودہ سمجھنے لگیں گے تو اس عمل کا ترک مطلوب ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ''براہین قاطعہ صفحہ ۱۳۷'' پر فرماتے ہیں:

''فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کسی سنت کے ادا سے بدعت لازم آئے تو سنت بھی ترک کردیوے۔ شامی نے بحرالرائق سے نقل کیا ہے "لانه اذا تردد بین سنة وبدعة کان ترک السنة راجحا علی فعل البدعة" یعنی ایک امر میں ایک وجہ سے سنت ہونے کا احتمال ہو اور ایک وجہ سے بدعت کا تو اس سنت کا ترک کرنا راجح ہے بدعت کرنے سے۔

شاطبی ''الاعتصام جلد۱/ ۷۹'' میں فرماتے ہیں:

"عن عبداللّٰه بن مسعود القصد فی السنة خیر من الاجتهاد فی البدعة" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ سنت میں میانہ روی بدعت میں کوشش اور مبالغہ کرنے سے بہتر ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

"وقدروی معناه مرفوعا الی النبی صل اللّٰه علیه وسلم عمل قلیل فی السنة خیر من عمل کثیر فی البدعة" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنت میں عمل قلیل بدعت میں عمل کثیر سے بہتر ہے۔

''براہین قاطعہ صفحہ ۱۳۷'' پر بحوالہ "الطریقة المحمدیه" فرمایا:

"ثم اعلم ان فعل البدعة اشد ضررا من ترک السنة بدلیل ان الفقهاء قالوا اذا تردد فی شیٔ بین کونه سنة وبدعة فترکه لازم وماترک الواجب هل هو اشد من فعل البدعة وعلی العکس ففیه اشتباه حیث صرحوا فیمن تردد بین کونه بدعة وواجباً انه یفعله وفی الخلاصة مسئلة تدل علی خلافه". الخ

''پھر یہ بات جانو کہ بدعت کرنے میں زیادہ ضرر ہے بہ نسبت سنت ترک کرنے کے اس دلیل سے کہ فقہاء نے فرمایا ہے کہ جس امر میں دو وجہ پائی جائیں ایک سنت ہونے کی اور ایک بدعت ہونے کی تو اس امر کا ترک واجب ہے۔ اور جس امر میں واجب اور بدعت ہونے کا احتمال ہو تو اس کے ترک میں اشتباہ ہے۔ کیونکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اس کو ترک نہ کرے اور خلاصہ میں ایک مسئلہ اس کے خلاف پر دلالت کرتا ہے۔

پس غور کرو کہ فقہاء تو اتفاقاً وجزماً بدعت کے اندیشہ سے سنت مؤکدہ ترک کراتے ہیں اور واجب میں بھی بعض ترک واجب کو مرجح بتلاتے ہیں اور مؤلف کی یہ جرأت کہ امر مندوب کے واسطے علماء پر تہمت ایجاد بدعت کی لگاتا ہے اور خدائے تعالیٰ سے نہیں شرماتا۔ اور پھر دیکھو کہ فقہا تو احیاناً وقوع بدعت میں یہ حکم ترک سنت کا دیتے ہیں۔ اور مولف مندوب کے احیاء کے واسطے

بدعت کو طریقہ بنانا اور اجراء دوام کو کرنا جائز کہہ رہا ہے۔ نہایت جہل مرکب ہے۔ اور غفلت قواعد شرعیہ اور احکام وضعیہ سے ہے معاذ اللہ۔

حضرت مولانا تھانویؒ ''اصلاح الرسوم'' میں فرماتے ہیں:

''اگر فعل خود شرعاً ضروری ہے تو اس فعل کو ترک نہ کریں گے۔ اس میں جو مفاسد پیدا ہو گئے ہیں۔ ان کی اصلاح کردی جائے گی''۔

عوام کو فساد عقیدہ سے بچانے کا خاص اور معین طریقہ یہی ہے کہ جس مباح اور مندوب کو وہ عملاً یا اعتقاداً ضروری سمجھنے لگیں اس کو قطعاً ترک کر دیا جائے اس کراہت کو اصطلاح شرع میں کراہت لغیرہٖ کہتے ہیں۔ جو بارتفاع علت مرتفع ہو جاتی ہے۔ اور یہ حفظ عقیدۂ عوام قول بلا عمل سے کبھی نہیں ہوا کرتا اصلاح عوام کا یہی حکیمانہ طریق امت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے سکھلایا ہے۔

حطیم کو بیت اللہ میں شامل کرنا مندوب و مستحب تھا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف ضرر عقیدہ عوام ظاہر کر کے اس کو ترک فرمادیا:

چنانچہ مسلم شریف میں روایت ہے:

عن عائشہؓ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لولا ان قومک حدیثوا عهد بجاهلية او قال بكفر لا نفقت كنز الكعبة فی سبيل الله ولجعلت بابها بالارض ولا دخلت فيها الحجر. (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اے عائشہ! اگر تیری قوم کے کفر و جہالت کا زمانہ ابھی تازہ نہ گذرا ہوتا۔ یعنی (وہ نومسلم نہ ہوتے) تو میں کعبہ کے خزانے کو اللہ کے راستے میں ضرور خرچ کر دیتا۔ اور اس کا دروازہ زمین سے ملا دیتا اور اس میں ضرور حطیم کو داخل کر دیتا۔

انفاق كنز فی سبيل الله الصاق باب الكعبه بالارض، ادخال حطيم فی البيت امور مستحبہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً ترک فرمادیا۔ محض قول سے اصلاح نہیں فرمائی۔

حکیم امت محمدیہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بجائے اس کے کہ عقیدہ عوام کی اصلاح قول سے فرماتے۔ شجرۂ رضوان کو جڑ سے کٹوا کر پھینک دیا حالانکہ اس کا باقی رکھنا اس وجہ سے کہ وہ مشاہد متبرکہ میں سے تھا۔ مندوب و مستحب تھا۔ بہر کیف مندوب و مستحب ہی کیوں نہ ہو۔ فساد عقیدہ عوام کی وجہ سے مکروہ لغیرہٖ یقیناً ماننا پڑے گا۔ اور مکروہ لغیرہٖ کا حکم احادیث شریفہ، آثار صحابہ اور اقوال مجتہدین اور فقہائے کرام سے معلوم ہو چکا ہے۔

امر مشروع و جائز ایک مکروہ کے انضمام سے مکروہ و ناجائز ہو جاتا ہے

اہل علم جانتے ہیں کہ نتیجہ ہمیشہ اخس کے تابع ہوتا ہے۔ جائز و ناجائز کا مجموعہ ناجائز، صحیح اور غلط کا مجموعہ غلط، پاک اور نجس کا مجموعہ نجس، حلال اور حرام کا مجموعہ حرام ہوتا ہے۔ ایک قطرہ پیشاب ایک گھڑے پانی کو ناپاک کر دیتا ہے۔

اگر برکۂ پرکنند از گلاب ☆ سگے در وے افتد کند منجلاب

اخرج عبدالرزاق فی مصنفه عن عبدالله بن مسعودؓ موقوفاً ما اجتمع الحلال والحرام الا غلب الحرام.

عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں عبداللہ بن مسعودؓ سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ نہیں مجتمع ہوئے حلال و حرام مگر حرام غالب ہو گیا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب براہین قاطعہ صفحہ ۱۷۸ پر فرماتے ہیں:

''مولد ذکر خیر ہی کا نام ہے۔ مگر اس کے ساتھ اگر کوئی امر مکروہ منضم ہو جائے گا تو

مجموعہ لاریب مکروہ ہوجائے گا۔ کہ مجموعہ حلال وحرام کا حرام ہوتا ہے۔ صدہا مثالیں موجود ہیں۔ اور قاعدہ کلیہ فقہاء کا "واذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام" مشہور ہے۔ پس ان امور لاحقہ (مکروہہ) سے بیشک حرمت وکراہت آوے گی۔ بدیہی کا انکار بلاہت ہے۔ صلوٰۃ قرآن کو دیکھ کر پڑھنے سے، ارض مغصوبہ میں، آگ اور تصویر کے روبرو مکروہ ہوگئی۔ ذرا آنکھ کھول کر تو دیکھئے۔

حاصل یہ کہ جو قید تغیر شرع کا کردیوے گی بدعت وکراہت ہوجاوے گی ورنہ نہیں۔ اور سنت ہونا قید کا مانع بدعت ہونے کا نہیں ہوتا"۔

نماز عمدۂ عبادات ہے۔ مگر ایک مکروہ کے انضمام سے ساری نماز مکروہ ہوجاتی ہے مثلاً ارض مغصوبہ میں پڑھے یا طلوع وغروب واستواء میں پڑھے۔ حالانکہ ارکان نماز بتمامہا اس میں موجود ہیں۔ صلوٰۃ ضحیٰ مستحب ہے مگر تداعی واہتمام کے ساتھ مسجد میں ادا کرنے کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کو بدعت فرمایا:

دعوت ولیمہ سنت ہے۔ حدیث میں نسبت آیا ہے۔

"من لم یجب فقد عصا ابا القاسم" جس نے دعوت ولیمہ قبول نہ کیا اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ مگر درمختار میں ہے کہ:

"تترک حضورها لبدعة فیها" دعوت ولیمہ میں حاضر ہونا بوجہ اس میں بدعت کے ترک کردیا جائے گا۔ "براہین قاطعہ صفحہ ۱۴۷" پر ہے کہ:

"یہ قاعدہ بھی محفوظ رہے کہ مرکب یجوز اور لایجوز سے ناجائز ہوجاتا ہے"۔

صفحہ ۱۸۲ پر ہے:

"کسی جائز مطلق کے ساتھ اگر ایسے امور منضم ہوجاویں کہ وہ ممنوع ہوں تو مجموعہ ممنوع ہوگا"۔

کسی مطلوب شرعی کو تدیناً ترک کردینا بدعت ہے:

جس طرح بدعت فعلی ہوتی ہے اسی طرح ایک بدعت ترکی بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ کسی مطلوب شرعی کو یا کسی بھی جائز عمل کو مصلحت دینی سمجھ کر ترک دیا جائے۔ جیسا کہ تبلیغ مروجہ میں "نہی عن المنکر" کو ترک کردیا گیا ہے۔

امام شاطبی "الاعتصام جلد ۱/۴۲" پر فرماتے ہیں:

ان البدعة من حيث قيل فيها	بدعت کے بارے میں جب کہ یہ کہا گیا
انها طريقة فى الدين مخترعة	ہے کہ وہ دین میں گڑھے ہوئے طریقے کا
الخ يدخل فى عموم لفظها	نام ہے الخ تو اس کے عموم لفظ میں بدعت
البدعة التركية كما يدخل فيه	ترکیہ بھی داخل ہے جیسا کہ اس میں بدعت
البدعة غير التركية فقد يقع	غیر ترکیہ داخل ہے۔ پس بدعت صرف
الابتداع بنفس الترک تحريما	ترک کردینا ہی ہوگا۔ خواہ متروک کو حرام
للمتروک او غير تحريم فان	سمجھ کر ترک کیا ہو خواہ حرام نہ سمجھا ہو۔ اس
الفعل مثلاً قد يكون حلالا	لئے کہ مثلاً فعل کبھی شرعاً حلال ہوتا ہے مگر
بالشرع فيحرمه الانسان على	انسان اس کو اپنے نفس پر حرام کرلیتا ہے۔ یا
نفسه او يقصد تركه قصداً.	قصداً اس کو ترک کردیتا ہے۔

آگے صفحہ ۴۳ پر فرماتے ہیں کہ:

وان كان الترک تدينا فهو	اور اگر ترک تدیناً ہے تو یہ ابتداع فی
الابتداع فى الدين اذ قد	الدین ہے اس لئے کہ فعل کو ہم نے جائز
فرضنا الفعل جائز شرعاً فصار	فرض کیا ہے لہٰذا بالقصد ترک کرنا شارع

الترک المقصود معارضة للشارع فی شرع التحلیل فاذا کل من منع نفسه (مثلاً) من تناول ما احل اللّٰه من غیر عذر شرعی فهو خارج عن سنة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم والعامل بغیر السنة تدینا هو المبتدع بعینه.

کا معارض ہوگا۔ کیونکہ یہ تحلیل شارع کے مقابلے میں تحریم ہے ایسی صورت میں جو شخص بھی بغیر عذر شرعی مَااَحَلَّ اللّٰه کے تناول سے اپنے نفس کو روکے گا۔ وہ سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج ہوگا۔ اور غیر سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تدیناً عمل کرنے والا بعینہٖ مبتدع ہوگا۔

حاصل یہ کہ تارک مطلوبات دو قسم ہیں۔ ایک یہ کہ امر شرعی کو غیر تدین کے طور پر ترک کردے۔ مثلاً بوجہ کسل یا اور کسی نفسانی داعیہ کی وجہ سے۔ تو یہ قسم مخالفت امر کی طرف راجع ہوگی۔ اگر متروک واجب ہے تو ترک معصیت ہے۔ اور اگر مندوب ہے تو معصیت نہیں بشرطیکہ ترک جزئیاً ہو۔ اور اگر کلی طور پر ہو۔ تو یہ بھی معصیت ہے کما تبین فی الاصول.

اور دوسرا یہ کہ تدیناً ترک کرے۔ تو یہ قسم از قبیل بدعت ہے۔ کیونکہ اس نے ماشرع اللّٰه کے ضد کو دین بنایا ہے۔

پس حد بدعت کا یہ جز کہ ''طریقۃ مخترعۃ تضاہی الشریعۃ'' بدعت ترکیہ کو بھی شامل ہے جیسا کہ غیر ترکیہ کو شامل ہے۔ اس لئے کہ طریقہ شرعیہ بھی ترک اور غیر ترک دونوں کو شامل ہے۔ خواہ ہم کہیں کہ ترک فعل ہے۔ یا ہم کہیں کہ ترک نفی فعل ہے۔ کما ذکر فی اصول الفقۃ۔

پس بدعت اعتقادی بھی ہوتی ہے۔ قولی بھی ہوتی ہے۔ فعلی بھی ہوتی ہے۔ اور ترکی بھی ہوتی ہے۔

کل چار قسمیں ہوئیں۔

بہرکیف ''کل ما یتعلق به الخطاب الشرعی یتعلق به الابتداع'' یعنی ہر وہ چیز کہ خطاب شرعی اس سے متعلق ہو اس کا تعلق بدعت سے ہوگا۔

''هذا ما افاده الشاطبی فی الاعتصام''

مداہنت وترک نہی عن المنکر

تبلیغی جماعت میں صرف معروفات وہ بھی بعض خاص اور محدود معروفات کا ذکر ہوتا ہے۔ اور نہی عن المنکر کو یکسر قصداً ترک کردیا گیا ہے۔ بس چند اعمال کے فضائل کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حالانکہ تبلیغ عام ہے امر بالمعروف کو بھی نہی عن المنکر کو بھی۔ قرآن حدیث میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بکثرت ذکر اور تاکید اور فضیلت مذکور ہے۔ اور جہاں جہاں امر بالمعروف کا ذکر ہے نہی عن المنکر کا بھی اس کے ساتھ بیان ہے بہت ہی کم ایسا ہے کہ امر بالمعروف ہو اور نہی عن المنکر کا ذکر نہ ہو۔ لیکن ایسا بہت ہے کہ نہی عن المنکر کا حکم ہے مگر اس کے ساتھ امر بالمعروف کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نہی عن المنکر کی اہمیت شارع کی نظر میں بہت زیادہ ہے۔ اور عقل میں بھی یہ بات آتی ہے۔ چنانچہ یہ قاعدہ عند العقلاء مسلم ہے کہ **''دفع المضرة مقدم علی جلب المنفعة''** کہ دفع مضرت مقدم ہے جلب منفعت سے۔

جماعت تبلیغی عوام کے سامنے مبلغ اسلام کی حیثیت سے آتی ہے۔ عوام کی نگاہ میں وہ ایک مقدس، مستند اور ذمہ دار جماعت سمجھی جاتی ہے۔ اس کا ہر قول و فعل اور حرکت و سکون عوام کے نزدیک معتبر سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر موقع بیان پر سکوت کیا